Oriental College Magazine, Century Number, Vol.100, No. 02-04,
Serial No. 376-378, 2025

ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار کی پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج میں تدریس و تحقیق

(تجزیاتی مطالعہ)

تنویر غلام حسین، پی ایچ ڈی
اسسٹنٹ پروفیسر اُردو
سکول آف اردو، منہاج یونیورسٹی لاہور

Dr. Ghulam Hussain Zulfiqar's teaching and research at the Punjab University Oriental College, (Analytical Study)

Tanveer Ghulam Hussain, PhD
Assistant Professor of Urdu
School of Urdu, Minhaj University, Lahore

Abstract

Dr. Ghulam Hussain Zulfiqar was a distinguished scholar and educationist associated with the Oriental College, Punjab University, Lahore, where he rendered distinguished services in the promotion of Urdu language, literary research and academic leadership. His work encompassed historical documentation, linguistic studies, and institutional development. During his tenure at the university, he authored the History of the University of the Oriental College, a foundational work preserving the historical documents of the Oriental College. Another major work for the university was the compilation of the Centenary History of the University of the Punjab. This work further preserved the history of the institution. As a teacher, Dr. Zulfiqar always emphasized the cultural and literary value of Urdu. This article presents an analytical study of his two books on the history of the University of the Punjab.

Keywords:
Ghulam Hussain Zulfiqar, Oriental College, Urdu language, linguistic studies.

ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار (۱۹۲۴۔۲۰۰۷ء) کا شمار تحریکِ پاکستان کے کارکن، "مسلم نیشنل گارڈز" تنظیم کے ناظم اور اردو زبان وادب کے ممتاز استاد، محقق، نقاد، مؤرخ اور ماہر اقبالیات میں ہوتا ہے۔ انھوں نے اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی میں تدریس اور تحقیق کے میدان میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ ان کا تعلق اردو زبان وادب کی علمی اور تدریسی روایت کے ممتاز سلسلے (جس کے روحِ رواں حافظ محمود خان شیرانی اور ڈاکٹر سید عبداللہ ہیں) سے تھا۔ انھوں نے اس سلسلے کو آگے بڑھاتے ہوئے اردو زبان وادب کے طلبا کو علم سے آراستہ کیا۔ علاوہ ازیں اپنے متعدد تحقیقی کاموں کے ذریعے اردو زبان وادب میں قیمتی اضافے بھی کیے۔

وہ ۱۵ /اگست ۱۹۲۴ء کو بٹالہ، ضلع گرداسپور (برطانوی ہندوستان) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم بٹالہ کے اے۔ ایل۔ او۔ ای (اے لیڈی آف انگلینڈ) ہائی اسکول جو مشن اسکول کے نام سے معروف تھا، سے حاصل کی۔ پانچویں جماعت میں تھے تو بیرنگ ہائی اسکول کو مشن اسکول میں مدغم کر دیا گیا اور اسکول کا نام بیرنگ (Baring) ہائی اسکول رکھ دیا گیا۔ اس اسکول سے اَپر مڈل کا امتحان پاس کر کے انھوں نے اس اسکول کو خیر آباد کہا اور مسلم ہائی اسکول بٹالہ میں داخل ہو گئے۔ اسکول تبدیل کرنے کی بنیادی وجہ اسکول کے پرنسپل کی تبدیلی تھی۔ انھوں نے اپنی آپ بیتی "جگرِ لخت لخت" میں لکھا ہے:

> "مشن اسکول چھوڑنے کی فوری وجہ یہ ہوئی کہ مسٹر شکلا جیسے شفیق انسان کی جگہ جو نیا پرنسپل آیا وہ اپنی شکل وصورت ہی سے نہیں بلکہ باتوں اور لب ولہجے سے بھی ایک سخت گیر اور دُرشت آدمی نظر آیا۔ وہ ایک دیسی عیسائی تھا۔ اُس نے آتے ہی سرمن (دعا) میں جو پہلی تقریر کی اُس میں شفقت وملائمت کی بجائے رعونت کُوٹ کُوٹ کر بھری ہوئی تھی جسے سُن کر میں سخت بیزار ہو گیا اور اگلے روز میں نے اسکول سے لیونگ سرٹیفکیٹ کے لیے درخواست دے دی۔"(۱)

آخری دو سال مسلم ہائی اسکول میں تعلیم حاصل کی اور اسی اسکول سے ۱۹۴۱ء میں میٹرک کا امتحان درجہ اول میں پاس کیا۔ اس وقت میٹرک کا امتحان پنجاب یونیورسٹی کے تحت لیا جاتا تھا۔ انٹرمیڈیٹ کے لیے ایم۔ اے۔ او کالج امرتسر میں داخلہ لیا جہاں ڈاکٹر محمد دین تاثیر کالج کے پرنسپل تھے۔ لیکن اپنے والد اور بڑے بھائی کی سرد مہری کی وجہ سے تعلیم کو جاری نہ رکھ سکے۔ انھی دنوں محکمہ نارتھ ویسٹرن ریلوے میں کمرشل کلرک کی اسامی پر درخواستیں طلب کی گئی تھیں، انھوں نے اس محکمے میں ملازمت کے لیے

درخواست بھجوادی۔ اس اسامی کا تقرر آل انڈیا پبلک سروس کمیشن کے تحریری امتحان اور انٹرویو کے تحت ہوتا تھا۔ ان مراحل سے گزرنے کے بعد ریلوے کے محکمے میں اُن کی سلیکشن ہو گئی۔ ۱۹۴۲ء میں اُنھوں نے اس محکمے میں ملازمت اختیار کی۔ ملازمت کے دوران جب اُن کا تبادلہ دوبارہ امرتسر ہوا تو ان کے سامنے دو راستے تھے ایک، اپنے تعلیمی سلسلے کو بحال کرلیں دوسرا، سیاسی کارکن کی حیثیت سے خدمت کی راہ اختیار کریں جس میں وہ اسکول کے زمانے سے دلچسپی رکھتے تھے اور کالج کے زمانے میں یہ دلچسپی مزید مضبوط بنیادوں پر استوار ہو چکی تھی، یوں بھی اس وقت پنجاب کی سیاسی صورتِ حال ایک نازک دور سے گزر رہی تھی۔ اس حوالے سے وہ لکھتے ہیں:

> "غرض یہ دو صورتیں میرے سامنے تھیں۔ پہلی صورت میری ذات کی تعمیر کے لیے ضروری تھی۔ دوسری صورت مجھ سے ذات کی قربانی کا مطالبہ کرتی تھی۔ ایک عقل کی راہ تھی، دوسری جذبے کی۔ مَیں نے دوسری صورت کو پہلی صورت پر ترجیح دی۔ مَیں نہیں کہہ سکتا میرا یہ فیصلہ صحیح تھا یا غلط تھا۔ لیکن میرا قلب اس وقت بھی مطمئن تھا اور آج بھی مطمئن ہے۔ مَیں نے اپنے شب و روز علانیہ تحریکِ پاکستان کے لیے وقف کر دیئے۔"(۲)

اُنھوں نے مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی اور اس کے عسکری بازو کے طور پر قائم نیم عسکری تنظیم "مسلم نیشنل گارڈز" کے ایک سرگرم کارکن کی حیثیت سے عملی سیاست میں قدم رکھا۔ قائدِ اعظم محمد علی جناح نے ۱۹۴۵ء میں جب مسلم نیشنل گارڈز کی تنظیمِ نو کے لیے میجر خورشید انور کو اس تنظیم کا آرگنائزر مقرر کیا تو صوبائی مسلم لیگ کی ہدایت پر بٹالہ میں ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار کو مسلم نیشنل گارڈز کی تنظیم کا آرگنائزر مقرر کیا گیا۔ اس ضمن میں وہ لکھتے ہیں:

> "میں نے کچھ دن پہلے اخباروں میں مسلم نیشنل گارڈز کی تنظیم نو کے بارے میں میجر خورشید انور کے تقرر کے بارے میں پڑھا تھا۔ یہ تقرر آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر قائد اعظم محمد علی جناح نے فرمایا تھا۔ مجھے اس مسئلے سے دلچسپی تھی کیونکہ یہ وقت کی ایک اہم ضرورت تھی۔ مجھے اطمینان ہوا کہ مسلم لیگ کی اس دفاعی پہلو پر نظر ہے۔ مگر میں نے یہ نہیں سوچا تھا کہ اس قسم کی خدمت کے لیے مجھے بھی نامزد کیا جائے گا۔ مسلم لیگ اور تحریک پاکستان کے ایک ادنیٰ کارکن کے طور پر کام کر کے میں خوش اور مطمئن تھا۔ شاید میرے کردار اور خیالات کی وجہ سے شہری مسلم لیگ نے میرا انتخاب کیا تھا۔ میرے نزدیک یہ ایک اہم

ذمے داری کا کام تھا اور میرے مزاج کے بھی مطابق تھا اس لیے میں نے اسے بسر و چشم قبول کر لیا۔"(۳)

اس تنظیم کے تحت عسکری تربیت اور تحریکِ آزادی کے لیے جدوجہد کے مفصل مطالعے کے لیے ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار کی آپ بیتی "جگرِ لخت لخت" اور حکیم آفتاب احمد قریشی کی مرتبہ کتاب "کاروانِ شوق" کو دیکھا جا سکتا ہے۔ تقسیمِ ہند کے بعد وہ ۱۹۴۷ء میں لاہور آ گئے۔ یہاں آ کر انھوں نے اپنی تعلیم کے ادھورے سلسلے کا دوبارہ آغاز کیا اور ۱۹۵۰ء میں ادیب فاضل کے لیے اورینٹل کالج میں داخلہ لیا۔ اورینٹل کالج میں داخلے کے حوالے سے وہ لکھتے ہیں:

"طالبِ علمی کے ابتدائی زمانے سے میری ترجیحات کیا تھیں اور اب مجھے کس راہ پر آنا پڑا اس کا اثر آئندہ کے تعلیمی مرحلے پر ظاہر ہوا۔ اسکول اور کالج کے دوران میری پہلی ترجیح فائن آرٹس تھی جس میں خطاطی اور مصوری شامل تھی۔ میٹرک، اور کچھ دیر بعد تک رنگ اور برش میرے اعصاب پر سوار رہے۔ اس کے بعد ریاضی، الجبرا اور جیومیٹری سے دلچسپی رہی جو منطق کی بنیاد میں کام آئی۔ اس کے ساتھ تاریخ اور جغرافیہ میرا پسندیدہ مضمون تھا۔ اور آخر میں شعر و ادب میں میرے دل بہلاوے کا سامان تھا اور اس کے ساتھ قلم کاری کا بھی ذوق تھا جو بعد میں تحریکِ پاکستان کے دوران میرا موثر وسیلہ ابلاغ تھا۔ اب نئے حالات میں جب ہم نے ادیب فاضل کے دُشوار مرحلے میں قدم رکھا تو یہی شوقِ خام میرے لیے پہلی ترجیح بن گیا اور باقی اشواق اس کے مددگار ہو گئے۔"(۴)

اپریل مئی ۱۹۵۱ء میں ادیب فاضل کا امتحان پاس کیا اور اسی سال ستمبر ۱۹۵۱ء میں ایف اے کا امتحان بھی پاس کیا۔ بعد ازاں ۱۹۵۳ء میں بی۔اے کا امتحان پاس کیا۔ بی۔اے کے بعد اسی سال پوسٹ گریجویٹ میں داخلے کے لیے دوبارہ اورینٹل کالج میں داخل ہوئے۔ اس وقت شعبہ اردو کے صدر اور کالج کے پرنسپل ڈاکٹر سید عبد اللہ تھے۔ پوسٹ گریجویٹ میں داخلے اور ڈاکٹر سید عبد اللہ سے ملاقات کا احوال بیان کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:

"میں ادیب فاضل میں اُن سے دیوانِ غالب پڑھ چکا تھا اور غالب کے ساتھ ضمناً میر تقی میر سے بھی ملاقات ہو چکی تھی۔ یہ تعارف بہت مستحکم تھا، اور میں بڑے اعتماد سے چک اُٹھا کر اُن کے کمرے میں داخل ہو گیا، اور علیک سلیک کے بعد مجھے بیٹھنے کی اجازت مل گئی۔ بڑی

محبت اور خوش اخلاقی سے ملے اور تقریبِ ملاقات کے بارے میں پوچھا۔ میں نے ایم۔ اے اُردو میں داخلے کے لیے گزارش پیش کی۔ انھوں نے فرمایا: جز وقتی یا ہمہ وقتی ؟ اس رمز کا مطلب مَیں سمجھ گیا ،اور برجستہ جواب دیا : "ہمہ وقتی !"۔۔۔استادِ گرامی میرے جواب اور استقلال سے مطمئن ہوگئے۔"(۵)

ایم۔اے کی سندی تحقیق کے لیے انھوں نے اپنی دلچسپی کو مدِ نظر رکھتے ہوئے مولانا ظفر علی خان پر تحقیق کا انتخاب کیا اور ڈاکٹر سید عبداللہ کی نگرانی میں مقالہ تحریر کیا۔اس مقالے کے بیرونی ممتحن مولانا صلاح الدین احمد تھے۔۱۹۵۵ء میں ایم اے (اردو) کا امتحان پاس کرنے کے بعد اپنے استاد ڈاکٹر سید عبداللہ کے ایما پر ایم۔اے عربی میں داخلہ لیا۔ باقاعدگی سے کلاسیں بھی لیں لیکن ۱۹۵۶ء کے وسط میں پی ایچ۔ڈی (اردو) کے لیے ڈاکٹر سید محمد عبداللہ کی نگرانی میں ان کا تحقیقی موضوع بعنوان "اردو شاعری کا سیاسی اور سماجی پس منظر" منظور ہو گیا۔اسی سال بطور ریسرچ اسکالر شعبہ اردو میں ان کا تقرر بھی ہوا اور وہ اورینٹل کالج سے ایک اسکالر کی حیثیت سے منسلک ہوگئے۔اس دوران انھوں نے کئی ادبی اور علمی کانفرنسوں کا انعقاد بھی کیا، اس ضمن میں سب سے اہم کانفرنس "مغربی پاکستان اردو کانفرنس" ہے جو ۱۹۵۹ء میں منعقد کی گئی تھی ۔اس کانفرنس کی روداد بعد ازاں ادارہ فروغِ قومی زبان سے بعنوان " قومی زبان کے بارے میں اہم دستاویزات" دو جلدوں میں شائع ہوئی۔ پہلی جلد جس کا ذیلی عنوان "قومی زبان کی تلاش" ۱۹۸۵ء میں شائع ہوئی جب کہ دوسری جلد "قومی زبان کی بازیافت" کے ذیلی عنوان سے ۱۹۸۶ء میں شائع ہوئی۔

۱۹۵۹ء میں ہی ان کا تقرر شعبہ اردو میں لیکچرار کی حیثیت سے ہو گیا۔یوں انھوں نے باقاعدہ طور پر اورینٹل کالج کے شعبہ اردو میں اپنی تدریسی زندگی کا آغاز کیا۔۱۹۵۹ء میں ہی ان کا پی ایچ۔ڈی کا مقالہ مکمل ہوا اور ۱۹۶۰ء میں انھیں پی ایچ۔ڈی کی ڈگری ایوارڈ کی گئی۔ان کے پی ایچ۔ڈی کے مقالے کے ممتحن میں ڈھاکہ یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر عندلیب شادانی، عثمانیہ یونیورسٹی دکن کے پروفیسر ڈاکٹر محی الدین قادری زور اور سندھ یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفی خان تھے۔۱۹۷۰ء میں وہ شعبہ اردو میں ایسوسی ایٹ پروفیسر مقرر ہوئے۔ بعد ازاں پروفیسر اور ۱۹۷۸ء میں صدرِ شعبہ اُردو تعینات ہوئے۔اسی دوران انھوں نے تاریخِ اورینٹل کالج اور پنجاب یونیورسٹی کی صد سالہ تاریخ لکھی(ان دونوں کتب کا مفصل جائزہ آئندہ سطور میں پیش کیا جائے گا)۔ یونیورسٹی کی اس خدمت کے اعتراف میں اگست ۱۹۸۴ء میں سبکدوش ہونے پر ان کی مدتِ ملازمت میں چانسلر کے ایما پر تین سال کی توسیع کر دی گئی۔ لیکن ایک سال بعد

۱۹۸۵ء وہ حکومتِ پاکستان کی طرف سے استنبول یونیورسٹی چلے گئے۔ جہاں انھوں نے ایک نئے شعبے "شعبہ اُردو" کی بنیاد رکھی۔ استنبول میں اُن کا قیام ۱۹۸۵ء سے ۱۹۹۰ء تک رہا۔ (اس حوالے سے مزید تفصیل کے لیے اُن کی یادداشتوں پر مبنی کتاب: "استنبول 'ترکیہ سفر وحضر میں" کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے)۔ اورینٹل کالج میں اپنی تدریس و تحقیق کے حوالے سے وہ لکھتے ہیں:

> "شعبہ اُردو پنجاب یونیورسٹی کے تدریسی و تحقیقی پروگرام کا باضابطہ رکن بن کر میں نے اپنا یہ دستور العمل بنالیا کہ باقاعدگی اور پابندی وقت کے ساتھ تدریس کا فریضہ انجام دوں گا۔ بقیہ اوقات میں مطالعہ تحقیق اور تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری رہے گا۔ سیر و سیاحت کا مختصر پروگرام تعطیلاتِ گرما میں بنے گا۔ یہ پروگرام پنجاب یونیورسٹی سے سبکدوشی تک جاری و ساری رہا۔ اس دور کے قابل ذکر واقعات اختصار کے ساتھ بیان کر دیئے جائیں تو مناسب ہے۔یونیورسٹی میں تدریس کے بنیادی فرائض تن دہی سے انجام دینے کے علاوہ میرا دلچسپ مشغلہ تحقیق و تصنیف رہا۔ مطالعہ و تحقیق در حقیقت تدریس کی ہی بنیاد استوار کرتا ہے اور مجھے اس سے بہت مدد ملتی تھی۔ میرا خیال ہے ہر مخلص اور فرض شناس استاد کو ان دونوں باتوں (تدریس اور تحقیق) کو ساتھ ساتھ لے کر چلنا چاہئے۔ اور مطالعہ سے اپنی معلومات کو تازہ تر رکھنا چاہیے۔ مطالعہ و تحقیق وژن (Vision) میں وسعت پیدا کرتے ہیں اور اسی سے تدریس میں بھی جان آتی ہے۔ یونیورسٹی میں آنے سے قبل مجھے اس مرحلے سے دوچار ہونا پڑا تھا اور تحقیق و تصنیف کا سلسلہ شوق و ذوق کی حد تک میری زندگی کا حصہ بن گیا تھا۔ میرا پہلا قابلِ ذکر تحقیقی تصنیفی کام ' اردو شاعری کا سیاسی اور سماجی پس منظر تھا جو ڈاکٹر سید عبداللہ (مرحوم) کی نگرانی میں لکھا گیا، اور جس پر مجھے ڈاکٹریٹ کی سند ملی تھی۔ یہ تصنیف یونیورسٹی اورینٹل پبلی کیشنز فنڈ کے اہتمام میں ۱۹۶۶ء میں شائع ہوئی۔"(۶)

استنبول سے واپس آنے کے بعد وہ اورینٹل کالج میں غیر ملکی طلبہ کی اردو تدریس کے لیے آتے رہے۔ ۱۹۹۴ء کے اوائل میں وہ "بزمِ اقبال" کے ناظم مقرر ہوئے۔ اور تادمِ مرگ ۱۳/ جون ۲۰۰۷ء تک اسی عہدے پر کام کرتے رہے۔ اُن کی معروف تصنیفات کی فہرست مع اول سنہ طباعت و اشاعت اور ناشر، ادارے کے نام کے ساتھ ذیل میں پیش کی جارہی ہے:

تاریخ یونیورسٹی اورنیٹل کالج لاہور	۱۹۶۲ء	یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور
شاہ حاتم: حالات وکلام	۱۹۶۴ء	جدید اردو ٹائپ پریس لاہور

خیالات آزاد (نواب سید محمد) مع مقدمہ	۱۹۶۵ء	مکتبہ خیابان ادب لاہور
اردو شاعری کا سیاسی و سماجی پس منظر	۱۹۶۶ء	پنجاب یونیورسٹی پریس
مضامین سرسید انتخاب مع مقدمہ	۱۹۶۶ء	ایضا
ظفر علی خان: ادیب و شاعر	۱۹۶۷ء	ایضا
محاسنِ خطوط غالب (طبع اول)	۱۹۶۹ء	ایضا
دیوان زادہ (شاہ حاتم: تدوین مع مقدمہ)	۱۹۷۵ء	ایضا
اکبر و اقبال	۱۹۷۷ء	مکتبہ عالیہ، لاہور
اقبال کا ذہنی ارتقا	۱۹۷۸ء	مکتبہ خیابان ادب لاہور
صد سالہ تاریخ جامعہ پنجاب	۱۹۸۲ء	پنجاب یونیورسٹی لاہور
قومی زبان کی تلاش	۱۹۸۵ء	ادارہ فروغِ قومی زبان، اسلام آباد
قومی زبان کی بازیافت	۱۹۸۶ء	ایضا
اقبال-ایک مطالعہ	۱۹۸۷ء	اقبال اکیڈمی، لاہور
خاطرات - ظفر حسن آیبک (تدوین)	۱۹۹۰ء	سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور
پنجاب: تحقیق کی روشنی میں	۱۹۹۱ء	ایضا
ظفر علی خاں: حیات خدمات و آثار	۱۹۹۳ء	ایضا
گاندھی: لسان العصر کی نظر میں	۱۹۹۴ء	ایضا
جلیانوالہ باغ کا قتل عام اور مظالم پنجاب	۱۹۹۶ء	ایضا
جدوجہد آزادی میں پنجاب کا کردار	۱۹۹۶ء	ادارہ تحقیقات پنجاب لاہور
میاں سر فضل حسین: تاریخ کے آئینے میں	۱۹۹۷ء	ایضا
تحریک ہجرت: پس منظر و پیش منظر!	۱۹۹۷ء	بزمِ اقبال، لاہور
حیاتِ قائداعظم: ایک نظر میں	۱۹۹۷ء	ایضا
پاکستان: تصور سے حقیقت تک	۱۹۹۷ء	ایضا
اقبال کا ذہنی و فکری ارتقا	۱۹۹۸ء	ایضا
تاریخ بزم اقبال	۲۰۰۰ء	ایضا
استنبول: سفر و حضر میں	۲۰۰۱ء	الفیصل پبلشرز، لاہور
کشمیر: ایک جلتا ہوا انگارہ	۲۰۰۲ء	بزمِ اقبال، لاہور
افغانستان اور اقبال	۲۰۰۳ء	ایضا
مطالعہ اکبر (الہ آبادی)	۲۰۰۳ء	الفیصل پبلشرز، لاہور

مسدس حالی (صدی ایڈیشن) تدوین نو مع اضافہ	۲۰۰۳ء	بزمِ اقبال، لاہور
مردم دیدہ و شنیدہ	۲۰۰۳ء	الفیصل پبلشرز، لاہور
بزم اکبر سے بزم اقبال تک	۲۰۰۳ء	بزم اقبال، لاہور
جگرِ لخت لخت (آپ بیتی)	۲۰۰۵ء	مکتبہ خیابانِ ادب

English Books:

The Muslim Community. A sociological study (Iqbal) Ed,(مع اردو ترجمہ، ظفر علی خان) Bazm-e-Iqbal, 1994,

Pakistan. As Visualized by Iqbal & Jinnah 1997, Do.
Development of Iqbal's Mind and Thought' 1998, Do.

اس کے علاوہ انھوں نے اردو زبان وادب کے حوالے سے سیکڑوں مضامین و مقالات بھی تحریر کیے ہیں جو مختلف رسائل و مجلات میں اُن کی زندگی میں چھپتے رہے ہیں۔

اورینٹل کالج سے وابستگی اور تدریسی خدمات کا مختصر احوال ان کی سوانح کے حصے میں پیش کیا جاچکا ہے۔ یہاں ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار کی اورینٹل کالج میں کی گئی تحقیق میں، خاص طور سے اورینٹل کالج کے لیے تالیف کی گئی دو تصانیف، "تاریخ یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور" اور "صد سالہ تاریخ جامعہ پنجاب" کا بالترتیب اختصار کے ساتھ مطالعہ پیش کیا جائے گا۔ لیکن اس سے پہلے زیرِ بحث دونوں تصانیف پر سابق پرنسپل اورینٹل کالج ڈاکٹر مظہر معین کے تاثرات تحریر کیے جارہے ہیں تاکہ تاریخ پنجاب یونیورسٹی کے حوالے سے غلام حسین ذوالفقار کے بعد لکھی گئی کتب کا بھی احاطہ ہوسکے۔ وہ لکھتے ہیں:

> "انھوں نے تدریس و تحقیق، تصنیف و تالیف اور تحریک و تقریبات بسلسلہ اردو زبان و علوم مشرق عظیم الشان خدمات انجام دیں، جن میں 'تاریخ اورینٹل کالج' (۱۸۷۰ء-۱۹۶۲ء) اور بعد ازاں 'تاریخِ جامعہ پنجاب' (۱۸۸۲ء-۱۹۸۲ء) کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ 'تاریخ جامعہ پنجاب' کی تصنیف کا فریضہ خود رئیس الجامعہ ڈاکٹر خیرات محمد ابن رسا نے سیکڑوں اساتذہ جامعہ میں سے انتخاب کرکے آپ کے سپرد کیا اور واقفان احوال کو خبر ہے کہ انھوں نے یہ تصنیف خانس پور (ایوبیہ) کے خوبصورت ویرانے میں خود اختیاری نظر بندی و قیدِ تنہائی کے ساتھ دن رات کی محنت شاقہ سے چندماہ کی قلیل مدت میں مکمل فرمائی اور تمام تر حوالہ جات اور احوال و آثار کے ساتھ ان کا ایک نادر المثال کارنامہ ہے، انھی دو کتابوں کی اساس پر بعد ازاں 'تاریخِ جامعہ پنجاب' مؤلفہ ڈاکٹر زاہد منیر عامر اور 'تاریخ

اورینٹل کالج'، مرتبہ ڈاکٹر نسرین اختر، نیز 'تاریخ اورینٹل کالج'، (بزبان انگریزی) مرتبہ ڈاکٹر سید سلطان محمود حال ہی میں منظرِ عام پر آئی ہیں جن میں سے ہر ایک اپنی جگہ وقیع و موقر ہے، مگر نقشِ اول اور سنگِ بنیاد کی حیثیت بہر حال تاریخی معلومات اور ادبی چاشنی کی حامل ڈاکٹر غلام حسین صاحب کی تالیف کردہ ہر دو تاریخوں کو ہی حاصل ہے۔"(۷)

تاریخ یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور

ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار کی اورینٹل کالج کی تاریخ پر مبنی تالیف بعنوان " تاریخ یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور" ۲۵۶ صفحات پر مشتمل کتاب ۱۹۶۲ء میں جدید اردو ٹائپ پریس، لاہور سے ۵۰۰ کی تعداد میں شائع ہوئی۔ اس کا پیش لفظ "آغازِ سخن" کے نام سے ڈاکٹر سید عبد اللہ، جو اُس وقت کالج کے پرنسپل تھے، کا تحریر کردہ ہے۔ جس میں تین ماہ کے قلیل وقت میں کالج کے صد سالہ قیام، تدریس، تحقیق و تصنیف، اساتذہ، مشاہیر ادب و تحقیق و تنقید کے کارہائے نمایاں کی مختصر تاریخ لکھنے پر ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار کے لیے اعترافِ ممنون کا بیان ہے۔ بعد ازاں ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار کا "عرضِ احوال" تحریر ہے جس میں انھوں نے ڈاکٹر سید عبد اللہ کے ایما پر تین ماہ کے قلیل عرصہ میں اورینٹل کالج کی تاریخ لکھنے اور مسودے کی تیاری کے ساتھ چھاپہ خانہ بھیجنے اور پروف دیکھنے کے ساتھ ساتھ ان کوتاہیوں اور خامیوں کا ذکر بھی کیا ہے جو قلیل مدت کی بنا پر رہ گئی ہیں۔ اس ضمن میں وہ لکھتے ہیں:

> "یہ تاریخ مختصر ہوتے ہوئے بھی خلافِ توقع ذرا طویل ہو گئی ہے۔ مجھے اس سلسلے میں جو گزارش کرنی ہے وہ یہ ہے کہ اورینٹل کالج کی یہ مختصر تاریخ مع تذکرۂ نامور اساتذہ وقت کے محدود پیمانے میں تیار کی گئی ہے اس لیے اس میں بعض کوتاہیاں اور خامیاں ضرور ہوں گی۔ بعض تشنہ امور کا مرتب کو خود بھی بہت احساس ہے۔ مثلاً کالج کے نامور طلبا اور دوسرے اساتذہ کا تذکرہ، نیز کالج کے تحقیقی کام کا جائزہ وغیرہ، لیکن ظاہر ہے کہ ان امور کے انصرام کے لیے وقت اور مہلت کی ضرورت تھی۔ جو کچھ ہو سکا ہے اس کے لیے مؤلف کو جن دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا، وہ بھی خاصی تھیں۔ بہر کیف ان کا ذکر اب غیر ضروری ہے۔ البتہ جو نہیں ہو سکا اس پر آئندہ نظر رکھی جائے گی۔"(۸)

اس کتاب میں اورینٹل کالج لاہور کی تاریخ، اس کے یونیورسٹی میں تبدیل ہونے تک کا سفر اور مشرقی علوم، تدریس، تحقیق اور تنقید کے میدان میں اس ادارے کی خدمات کا احاطہ کیا گیا ہے۔ کتاب کی

فہرست مندرجات کا جائزہ لیا جائے تو اولا "آغازِ سخن" بعد ازاں "عرضِ احوال" پیش کیا گیا ہے۔اس کے بعد کتاب کو دو حصوں میں ذیلی عنوانات کے تحت منقسم کیا گیا ہے۔اس کے بعد ضمیمے کا حصہ ہے جس میں پانچ ضمائم شامل ہیں۔ آخر میں حوالے کی کتب کو پیش کیا گیا ہے۔ یہاں تمام عنوانات کو پیش کیا جا رہا ہے:

(حصہ اول) تاریخ کالج

انگریزی عہد اور نیا نظامِ تعلیم

انجمن پنجاب اور اورینٹل یونیورسٹی کی تحریک

پنجاب یونیورسٹی کالج کا قیام

اورینٹل کالج کا قیام

پہلا دور

دوسرا دور

تیسرا دور

چوتھا دور

پانچواں دور

(حصہ دوم) نامور اساتذہ

ضمیمے:

ضمیمہ الف: محضر و جواب محضر

ضمیمہ ب: فہرست پرنسپل صاحبان و اساتذہ

ضمیمہ ج: فہرست ریسرچ سکالرز

ضمیمہ د: نصابات

کتب حوالہ

حصہ اول تاریخ کالج پر مشتمل ہے۔اس میں انھوں نے جامعیت کے ساتھ انگریزی عہد میں نئے نظامِ تعلیم کا تعارف پیش کیا ہے۔وہ لکھتے ہیں کہ ۱۸۱۴ء میں انگریزی عہد میں عوام کے لیے پہلی بار جدید تعلیمی سہولتوں کے لیے ایک لاکھ روپے کی گرانٹ، ۱۸۲۵ء میں دہلی کالج کا قیام، لارڈ میکالے کا نظریہ تعلیم بہ عروج انگریزی تعلیم کے ساتھ ساتھ مغربی پاکستان میں ۱۸۴۹ء میں جدید تعلیم کے آغاز اور ۱۸۵۴ء میں محکمہ تعلیم کے صوبے میں دفاتر کے ساتھ ساتھ ۱۸۶۴ء میں گورنمنٹ کالج کا قیام کا احوال بھی پہلے دور میں

شامل ہے۔ گورنمنٹ کالج کے پہلے پرنسپل جی۔ ڈبلیو۔ لائٹر تھے۔ انھوں نے ۲۱ جنوری ۱۸۶۵ء میں انجمن پنجاب کی بنیاد ڈالی جس میں قدیم علومِ مشرقی کے ساتھ ساتھ علمی ادبی، معاشی، سیاسی اور معاشرتی حالات پر غور و فکر کیا جاتا تھا۔ اسی پلیٹ فارم کوشش کی گئی کہ ایک ایسا ادارہ قائم کیا جائے جس میں مشرقی علوم کی تعلیم دی جائے۔ آخر کار ۸ دسمبر ۱۸۶۹ء کو اس یونیورسٹی کالج کا اجرا ہوا۔ بعد میں اسے پنجاب یونیورسٹی کا نام دے دیا گیا۔ ڈاکٹر جی۔ ڈبلیو لائٹر کو یونیورسٹی کا رجسٹرار مقرر کیا گیا۔ یونیورسٹی کالج کے فورا بعد مئی ۱۸۷۰ء میں تدریسی ادارہ اورینٹل کالج کا قیام عمل میں آیا جو پہلے اورینٹل اسکول اور بعد میں اورینٹل کالج کہلایا۔ ڈاکٹر جی۔ ڈبلیو لائٹر اورینٹل کالج کے پہلے اعزازی پرنسپل مقرر ہوئے۔

بعد ازاں اس حصے کو کالج کے پانچ ادوار "(پہلا دور ۱۸۷۰ء تا ۱۸۸۲ء، دوسرا دور ۱۸۸۲ء تا ۱۹۱۰ء، تیسرا دور ۱۹۱۱ء تا ۱۹۱۸ء، چوتھا دور ۱۹۱۹ء تا ۱۹۴۷ء اور پانچواں دور اگست ۱۹۴۷ء تا زمانہ حال) پر منقسم کیا گیا ہے۔ پہلے دور (۱۸۷۰ء تا ۱۸۸۲ء) میں انھوں نے انتظامی ڈھانچے کا تعارف پیش کرتے ہوئے کالج کے مقاصد تدریس علوم والسنہ کے علاوہ تحقیق و تصنیف اور ان کی طباعت و اشاعت کے مقاصد کو بیان کیا ہے۔ اس حوالے سے وہ لکھتے ہیں:

> "اس مقصد کے لیے کالج کے ساتھ مندرجہ ذیل ریسرچ فیلوز منسلک تھے۔ الگزنڈر فیلوشپ، میکلوڈ کشمیر سنسکرت فیلوشپ، میکلوڈ پنجاب عربک فیلوشپ، جالندھر طبی فیلوشپ، پٹیالہ ٹرانسلیٹر، بہاول پور عربی سکالر وغیرہ۔۔۔ان ریسرچ فیلوز کے علاوہ کالج کے تدریسی شعبے کے ارکان درس و تدریس کے علاوہ تحقیق و تصنیف کا کام بھی کرتے تھے۔ کالج سے عربی اور سنسکرت کے علمی تحقیقی ماہوار رسالے بھی جاری ہو گئے تھے۔ عربی کا رسالہ "شفاء الصدور، مولانا فیض الحسن کی ادارت میں اور سنسکرت کا رسالہ "ودیودای (Vidyodai) پنڈت رکھی کیش شاستری کی ادارت میں نکلتا تھا۔ اس طرح اورینٹل کالج نے شروع سے ہی تدریس و تحقیق کی ایک ایسی عظیم الشان روایت قائم کی کہ جس کی مثال اس عہد میں بر عظیم کے کسی دوسرے تدریسی ادارے میں ملنی مشکل تھی۔"(۹)

یوں کالج کے آغاز سے ہی عربی اور سنسکرت زبان میں رسالے بھی جاری ہوئے۔ ۱۸۸۲ء تک پنجاب یونیورسٹی مزید مستحکم ہو گئی اور اورینٹل کالج میں ڈگری جماعتوں کی پڑھائی اور امتحان بھی ہوتے تھے۔ اس دور میں کالج میں چالیس مضامین پڑھائے جاتے تھے۔ جو مندرجہ مضامین (۱) اُردو، (۲) ہندی

(۳) گورمکھی (۴) پشتو (۵) علم انشا (اردو) (۶) فوج داری، سول، مالیات (۷) علمِ انشا (ہندی) (۸) پیمائش (۹) علمِ تعمیرات (۱۰) نقشہ کشی (۱۱) زمین کی پیمائش (۱۲) علمِ تخمینہ (۱۳) حساب (اردو و ہندی) (۱۴) تاریخ و جغرافیہ (اردو و ہندی) (۱۵) طبیعیات (اردو و ہندی) (۱۶) منشی (۱۷) منشی عالم (۱۸) منشی فاضل (۱۹) مولوی (۲۰) مولوی عالم (۲۱) مولوی فاضل (۲۲) پراگ (سنسکرت گرامر) (۲۳) بشادر (سنسکرت گرامر) (۲۴) شاستری (سنسکرت گرامر) (۲۵) بدیمن، ودوان، معلومات (۲۶) شیعہ قانونِ وراثت (۲۷) حکیم جماعتیں (۲۸) وید جماعتیں (۲۹) قانون اسلامی (اردو) (۳۰) قانون ہنود (ہندی) (۳۱) علم طبقات الارض (۳۲) کیمیا (اردو و ہندی) (۳۳) سیاست مدن (اردو و ہندی) (۳۴) ریاضی (۳۵) تاریخ و جغرافیہ (۳۶) منطق و فلسفۂ اخلاق (۳۷) مبادیات قانون (اردو و ہندی) (۳۸) مشاعرہ و مناظرہ (۳۹) فوٹو گرافی (۴۰) مختلف مضامین کے سلسلے میں تجربات، پر مشتمل تھے۔ غرض اس وقت بھی ہر نوع کے علوم کی تعلیم کا اہتمام کیا جاتا تھا اور انھیں مضامین کو پڑھاتے ہوئے طلبا کو چھبیس (۲۶) امتحانات کے لیے تیار کیا جاتا تھا۔ علاوہ ازیں اس حصے میں انھوں نے داخلے کے قوعد اور نصابات کی تفصیل کو بھی بیان کیا ہے۔

دوسرے دور (۱۸۸۲ء تا ۱۹۱۰ء) میں ان شعبہ جات کی مزید توسیع، ۱۴/ اکتوبر ۱۸۸۲ء میں پنجاب یونیورسٹی کا قیام، ۱۸/ نومبر ۱۸۸۲ء کو پنجاب یونیورسٹی کے پہلے کانوکیشن کا انعقاد کیا گیا اس ضمن میں وہ لکھتے ہیں کہ "کانووکیشن کے آغاز کے اعلان کے بعد ڈاکٹر لائٹنر نے بحیثیت رجسٹرار یونیورسٹی سالانہ رپورٹ کا خلاصہ اردو میں پڑھا اور پنجاب یونیورسٹی کی تاریخ میں ایک ایسی منفرد روایت قائم کی جس کو موجودہ زمانے کا کوئی شخص سُن کر تعجب کا اظہار کیے بنا نہیں رہ سکتا۔" (۱۰)

یونیورسٹی کے قیام کے بعد اورینٹل کالج سے کئی جماعتیں الگ کر دی گئیں اور بعض اساتذہ کا تبادلہ گورنمنٹ کالج سے اورینٹل کالج میں کر دیا گیا۔ ان میں مولانا محمد حسین آزاد (عربی) ۱۸۸۴ء اور پنڈت بھگوان داس (سنسکرت) ۱۸۸۴ء کے نام نمایاں ہیں ۔ علامہ محمد اقبال جنھوں نے ۱۸۹۹ء میں ایم اے (فلسفہ) کا امتحان پاس کر کے اسی سال ۱۳/ مئی ۱۸۹۹ء کو میکلوڈ پنجاب عربک ریڈر مقرر ہوئے اور چار برس تک اس حیثیت سے تصنیف و تالیف اور درس و تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ واکرز کی سیاست کا اردو ترجمہ اور اردو میں علم اقتصاد پر تالیف انھوں نے اسی دور میں مرتب کی تھی۔ (۱۱) اس دور میں کالج

کی طرف سے منعقد کیے گئے امتحانات کی مفصل فہرست بھی پیش کی گئی ہے ۔پنجاب یونیورسٹی کی تاریخ میں اورینٹل کالج کے حوالے سے غلام حسین ذوالفقار لکھتے ہیں:

> "اورینٹل کالج نئی پنجاب یونیورسٹی کا اپنا واحد تعلیمی ادارہ تھا جہاں ڈگری کے درجوں کی تعلیم کا بندوبست تھا۔ گویا یہ ادارہ یونیورسٹی کی اساس و بنیاد تھا جسے باوقار طور پر قائم رکھنے اور ترقی دینے کا عہد یونیورسٹی ایکٹ ۱۸۸۲ ء کے ذریعے کیا گیا اور جو تدریس ، تحقیق اور تصنیف کے میدان میں یونیورسٹی کا ایک ایسا قیمتی اثاثہ تھا کہ جس پر پنجاب یونیورسٹی بجا طور پر فخر کر سکتی ہے۔"(۱۲)

تیسرے دور (۱۹۱۱ء تا ۱۹۱۸ء) کے احوال میں اورینٹل کالج کے قیام کے ۴۲ برس کے بعد ۱۹۱۲ء میں ایک لاکھ گرانٹ سے لاء کالج اور اورینٹل کالج کے لیے عمارت خریدی گئی، کی تفصیل ،اس دور میں کالج کے طلبہ اور اساتذہ کی فہرست، کالج فیس اور داخلوں کا ذکر ہے۔علوم وفنون، لسانیات، ادبیات اور تاریخ و تحقیق پر جو کتب تحریر اور ترجمہ کی گئیں، ان کا بیان ، یہاں قدیم وجدید طرز کے امتزاج سے تعلیم و تحقیق کی گئی اور مختلف اساتذہ کے تبادلوں اور پرنسپل صاحبان کے کام کی روداد ہے۔

چوتھے دور (۱۹۱۹ء تا ۱۹۴۷ء) کو تحقیق، تصنیف و تدریس و تنظیم کے حوالے سے انھوں نے عظیم الشان دور کہا ہے۔ کیوں کہ اس دور میں کالج کے کام کو برصغیر پاک وہند، یورپ، امریکہ اور ایشیا کے دیگر ملکوں میں پذیرائی ملنے لگی۔ اس دور میں بی۔اے آنرز اسکول، ایم اے کی تعلیم کا آغاز ہوا۔ ۱۲/ دسمبر ۱۹۲۵ کو اورینٹل کالج کی نئی عمارت کا افتتاح کیا گیا۔ اس دور میں اورینٹل کالج کو ایسے محقق و مصنف اساتذہ مل گئے جن کے علمی اور تصنیفی کارنامے آج بھی زندہ ہیں۔ ان میں ڈاکٹر اے۔سی وولنر (پروفیسر سنسکرت اور پرنسپل اورینٹل کالج، ۱۸۸۲ء میں پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر بھی مقرر ہوئے یہ پہلا بڑا اعزاز تھا جو اورینٹل کالج کے ایک پرنسپل کو ملا تھا)، مولوی محمد شفیع (عربی)، ڈاکٹر لکشمن سروپ (سنسکرت)، حافظ محمود شیرانی (اردو) ،ڈاکٹر بنارس داس (ہندی)، ڈاکٹر محمد اقبال (فارسی)، حافظ نورالحسن (عربی)، ڈاکٹر سید عبداللہ (اردو)، ڈاکٹر محمد باقر (فارسی)، وغیرہ کے نام اہم ہیں۔اسی دور میں پی ایچ ڈی اور ڈی لٹ کی کلاسوں کا آغاز ہوا۔ اس دور میں کالج کے اساتذہ اور اسکالرز نے علمی اور تحقیقی میدان میں نمایاں کارنامے سرانجام دیئے اسی سلسلے کی اگلی کڑی فروری ۱۹۲۵ء میں اورینٹل کالج میگزین کا اجرا ہے جو بقول غلام حسین ذوالفقار

"اورینٹل کالج میگزین کا اجرا کالج کی تاریخ میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اورینٹل کالج میگزین کے حوالے سے وہ لکھتے ہیں:

> "اورینٹل کالج میگزین نے آغاز کار ہی سے علمی تحقیق اور ادبی تنقید کا ایک ایسا اعلیٰ معیار قائم کیا کہ مشرق و مغرب کے علمی حلقوں نے اس رسالے کا خوشگوار خیر مقدم کیا اور اس کے مندرجات کو وقعت کی نگاہوں سے دیکھا جانے لگا۔ اس رسالے نے نہ صرف کالج کی علمی شہرت میں اضافہ کر کے بانی کالج (ڈاکٹر لائٹنر) کی آرزوں کی تکمیل کی بلکہ بین الاقوامی طور پر ملک کے وقار کو بھی سربلند کیا۔"(۱۳)

علاوہ ازیں اس دور میں دوسرا اہم کارنامہ لائبریری کا قیام ہے۔ اورینٹل کالج کے اساتذہ نے بقول غلام حسین ذوالفقار پنجاب یونیورسٹی لائبریری کی تعمیر و ترقی میں جو خدمات سرانجام دیں وہ کالج کی تاریخ کے علاوہ خود یونیورسٹی کی تاریخ کا ایک زندہ جاوید کارنامہ ہیں۔

پانچواں دور (اگست ۱۹۴۷ء تا زمانہ حال) یعنی ۱۹۶۲ء متذکرہ کتاب کی تالیف تک، کے زمانے تک محیط ہے اس دور انھوں نے میں برصغیر پاک و ہند کی تقسیم کے اثرات جو اس کالج پر بھی مرتب کا جائزہ پیش کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ اس تقسیم سے سنسکرت، ہندی اور گورکھی کے شعبے ختم ہوئے صرف فارسی، اُردو اور عربی کے شعبے رہ گئے۔ ملی و قومی شعور نے اورینٹل کی فضا کو پروازِ تخیل اور تعمیرِ نو عطا کی۔ اس وقت یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر عمر حیات تھے۔ ڈاکٹر عمر حیات کی جدت طبع شخصیت نے اس کالج میں اُردو نظامِ تعلیم کو اعلیٰ مقام دیا۔ وہ ماہرِ تعلیم تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ان کی قیادت میں کالج نے بہت ترقی کی اور فرانسیسی، جرمن، ترکی، ہسپانوی، جاپانی و دیگر زبانوں میں ڈپلوما کا آغاز ہوا۔ ۱۹۴۸ء میں پنجاب یونیورسٹی نے ڈاکٹر سید عبد اللہ کی سربراہی میں پہلی آل پاکستان اردو کانفرنس منعقد کی۔ علاوہ ازیں اس دور میں جن اساتذہ نے تحقیق و تدریس میں کارہائے نمایاں انجام دیئے ان میں ڈاکٹر برکت علی قریشی (عربی) ایم عباس شاستری (فارسی)، ڈاکٹر ابواللیث صدیقی (اردو)، سید وقار عظیم (اردو)، ڈاکٹر عبادت بریلوی (اردو)، ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ (عربی)، ڈاکٹر محمد باقر (فارسی)، میاں عبد الشکور احسن (فارسی) کے نام اہم ہیں۔ ان اساتذہ نے تحقیق و تدوین، تنقید و تبصرہ میں اس کالج کی عظمت کو برقرار رکھا۔ غرض اس کالج میں تحقیق و تصنیف کا کام اس دور میں بھرپور انداز سے جاری رہا۔ مزید انھوں نے اس دور میں پڑھائے جانے والے تمام مضامین اور ان میں طلبا کی تعداد کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس دور میں غیر ممالک سے بھی طلبا اس کالج میں آ کر پڑھتے رہے۔

Oriental College Magazine, Century Number, Vol.100, No. 02-04,
Serial No. 376-378, 2025

دسمبر ۱۹۵۶ء میں پہلی پاکستان اورینٹل کانفرنس منعقد ہوئی جس میں ملکی اور غیر ملکی مندوبین مثلاً ترکی، مصر، ایران، بھارت و انڈونیشیا نے شرکت کی۔ اس کے بعد مختلف کانفرنسوں کے ذکر اور یوم تاسیس کا مفصل بیان پیش کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اس دور کے انتظامی امور کو مفصل تحریر کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار اورینٹل کالج کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> "اورینٹل کالج کو اس بات پر فخر رہا ہے اور یہ فخر کچھ بے جا بھی نہیں کہ وہ کم و بیش ایک سو برس سے مشرق کی عظیم علمی و تہذیبی روایت کا پاسباں رہا ہے جس کا دورِ محکومی میں مٹ جانا کچھ بعید از قیاس نہ تھا ـــــ اور اب دور آزادی میں یہ ادارہ ملک و قوم میں اس روایت کی بدولت خود شناسی کا وہ احساس پیدا کرنے کا عزم رکھتا ہے جس کے بغیر نہ کوئی ملک، ملک کہلا سکتا ہے اور نہ کوئی قوم، قوم بن سکتی ہے۔"(۱۴)

تاریخِ اورینٹل کالج کا "دوسرا حصہ: نامور اساتذہ" کے احوال پر مشتمل ہے۔ اس حصے میں جن اساتذہ کے احوال درج ہیں ان کے نام اور مدتِ ملازمت کو تحریر کیا جارہا ہے (۱) ڈاکٹر جی۔ ڈبلیو لائٹر، پرنسپل ۱۸۷۰ء-۱۸۸۶ء ـ (۲) مولانا فیض الحسن سہانپوری، صدر شعبہ عربی ۱۸۷۰ء- ۱۸۸۷ء۔(۳) شمس العلماء مولانا عبد الحکیم کلانوری، صدر فارسی ۱۸۷۲ء-۱۹۱۶ء ـ (۴) پنڈت گورو پرشاد، صدر شعبہ سنسکرت ۱۸۷۲ء-۱۸۹۴ء۔(۵) مولوی محمد دین، فارسی ۱۸۷۳ء-۱۸۹۸ء۔(۶) شمس العلما مفتی مولانا محمد عبد اللہ ٹونکی، عربی ۱۸۸۳ء- ۱۹۱۷ء۔(۷) شمس العلما مولانا محمد حسین آزاد، عربی ۱۸۸۴ء-۱۸۹۰ء۔(۸) مولوی محمد دین مختار، فارسی ۱۸۸۷ء- ۱۹۲۲ء۔(۹) ڈاکٹر سر مارک آرل سٹائین، پروفیسر و پرنسپل ۱۸۸۸ء-۱۸۹۹ء۔(۱۰) مہامہاؤپادیہ پنڈت سیوات، صدر شعبہ سنسکرت ۱۸۹۴ء- ۱۹۲۶ء۔(۱۱) سر ٹامس آرنلڈ، فلسفہ اپریل ۱۸۹۹ء تا نومبر ۱۸۹۹ء- ستمبر ۱۹۰۲ء تا اپریل ۱۹۰۳ء۔(۱۲) ڈاکٹر اے۔ ڈبلیو سٹراٹن، پروفیسر سنسکرت و پرنسپل ۱۸۹۹ء ۱۹۰۲ء۔ (۱۳) ڈاکٹر اے۔ سی وولنر، پرنسپل اورینٹل کالج و رجسٹرار پنجاب یونیورسٹی ۱۹۰۳ء- ۱۹۳۶ء، وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی ۱۹۲۸ء-۱۹۳۶ء۔(۱۴) ڈاکٹر عظیم الدین احمد، پروفیسر عربی ۱۹۱۴ء-۱۹۱۸ء۔ (۱۵) ڈاکٹر مولوی محمد شفیع، پروفیسر عربی ۱۹۱۹ء، وائس پرنسپل ۱۹۲۱ء، پرنسپل ۱۹۳۶ء- ۱۹۴۲ء۔(۱۶) ڈاکٹر لکشمن سروپ، پروفیسر سنسکرت ۱۹۲۱ء، پرنسپل ۱۹۴۲ء - ۱۹۴۶ء۔(۱۷) مولانا عبد العزیز میمن، عربی ۱۹۲۱ء-۱۹۲۵ء۔(۱۸) ڈاکٹر محمد اقبال، پروفیسر فارسی ۱۹۲۳ء، پرنسپل ۱۹۴۶ء-۱۹۴۸ء۔(۱۹) سید اولاد حسین شاداں بلگرامی، فارسی ۱۹۲۳ء-۱۹۳۸ء۔(۲۰) حافظ محمود

شیرانی، اردو ۱۹۲۸ء-۱۹۴۰ء۔ (۲۱) ڈاکٹر موہن سنگھ دیوانہ، پنجابی ۱۹۲۸ء، ریڈر ۱۹۴۵ء- ۱۹۴۷ء۔ (۲۲)ڈاکٹر بنارس داس جین، ہندی ۱۹۲۸ء، ریڈر ۱۹۴۵ء-اگست ۱۹۴۷ء۔ (۲۳) مولانا محمد رسول خان، عربی ۱۹۳۵ء-۱۹۵۴ء۔ (۲۴) ڈاکٹر سوریا کانت، سنسکرت ۱۹۳۷ء- اگست ۱۹۴۷ء۔ (۲۵) ڈاکٹر سید عبداللہ، لیکچرار فارسی ۱۹۳۸ء، لیکچرار اردو ۱۹۴۰ء، ریڈر اردو ۱۹۴۵ء، پروفیسر اردو ۱۹۵۳ء، پرنسپل ۱۹۵۴ء تا حال، (۲۶)ڈاکٹر محمد باقر، لیکچرار فارسی ۱۹۴۰ء تا ۱۹۴۳ء، صدر شعبہ فارسی ۱۹۵۰ء، پروفیسر ۱۹۵۳ء تا حال۔ (۲۷) ڈاکٹر برکت علی قریشی، پروفیسر عربی ۱۹۴۲ء، پرنسپل ۱۹۴۸ء- ۱۹۵۴ء۔ (۲۸) شیخ سر عبدالقادر، اعزازی پروفیسر اردو، ۱۹۴۸ء- ۱۹۴۹ء۔ (۲۹) ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ، صدر شعبہ عربی ۱۹۵۴ء، پروفیسر عربی ۱۹۵۶ء- ۱۹۵۹ء۔ کالج کی ان نامور شخصیات کی تحقیقی و تدریسی خدمات کا انھوں نے جامع جائزہ پیش کیا ہے جس میں ان اساتذہ کرام کا احوال ان کی تحقیقی اور تصنیفی خدمات اور ادارے میں رہتے ہوئے ان کے علمی و ادبی کارناموں کا احاطہ کیا ہے۔

بعد ازاں اس کتاب میں پانچ ضمیمے بالترتیب ضمیمہ الف: محضر و جواب محضر۔ ضمیمہ ب:فہرست پرنسپل صاحبان و اساتذہ۔ ضمیمہ ج: فہرست ریسرچ سکالرز۔ ضمیمہ د: نصابات، عنوانات کے تحت پیش کیے گئے ہیں۔ ضمیمہ الف: میں ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار نے ۱۸۶۵ء کا ایک خط تحریر کیا ہے جو لاہور اور امرتسر کے روسا نے سرڈانلڈ میکلوڈ (گورنر پنجاب) کی خدمت میں پیش کیا تھا جس میں مدارس کے قیام کی تعریف اور قدیم زمانوں میں ترقی کی خواہش، یونیورسٹی کے قیام، فوائد اور یونیورسٹی کے آمدن کے ذریعے، ڈگری و اسناد کا اجرا، کے حوالے سے مضمون درج تھا۔ اس کا جواب گورنر پنجاب نے ۲/ فروری ۱۸۶۶ء کو شکریہ کے ساتھ دیا۔ اس میں انھوں نے قدیم علوم اور دیسی زبان میں تعلیم کے اجرا پر خوشی کا اظہار کیا۔ اور مختلف انگریزی تعلیم عہدیداران کا ذکر کر کے تعلیمی اصلاحات کا ذکر کیا۔ پھر اعلیٰ مدرس کے فقدان کا ذکر اور جدید علوم کی ترقی کا ذکر کیا ہے۔ اور یہ بھی کہا کہ دیسی علوم کے اجرا سے بھی ترقی ہو گی اور اسناد، خطاب ڈگری حاصل کرنے والوں کو سرکاری ملازمت میں ترجیح دینے سے یونیورسٹی مستحکم ہو گی۔ بعد ازاں ان احباب سے چندے کی اپیل کی ہے تاکہ کالج و یونیورسٹی کی فلاح و بہبود پر کام تیزی سے ہو سکے۔

ضمیمہ ب: میں پرنسپل صاحبان اور اساتذہ کرام کی ۱۸۷۰ء سے ۱۹۶۲ء تک کی فہرست پیش کی گئی ہے۔ جس میں اولاً سولہ (۱۶) پرنسپل صاحبان کے نام معہ اسناد، عہدہ، مدت، ضروری کوائف کے درج ہیں۔

اس کے بعد اساتذہ کی فہرست مضامین کے لحاظ سے شعبہ وار تاریخی ترتیب سے مرتب کی گئی ہے۔ پہلے شعبہ عربی کے تیس (۳۰)، دوسرے نمبر پر شعبہ سنسکرت کے تیئیس (۲۳) ، تیسرے نمبر پر شعبہ فارسی کے اٹھارہ (۱۸)، چوتھے نمبر پر شعبہ اردو کے گیارہ (۱۱)، پانچویں نمبر پر شعبہ ہندی کے ایک (۱)، چھٹے نمبر پر شعبہ گورمکھی کے گیارہ (۱۱)، ساتویں نمبر پر شعبہ انگریزی کے دس (۱۰)، آٹھویں نمبر پر شعبہ لسانیات وصوتیات کے چھے (۶)، لینگویجز کلاسز کے بارہ (۱۲)، علمی جماعتوں اور اسکول کی جماعتوں کے انتیس (۲۹) اساتذہ کے نام معہ اسناد، عہدہ، مدت، ضروری کوائف کے درج ہیں۔

ضمیمہ ج: میں ریسرچ سکالرز کی فہرست اور وظائف کا ذکر ہے جو تصنیف و تالیف کے حوالے دیئے جاتے تھے۔ ان میں میکلوڈ پنجاب عربک فیلوشپ، میکلوڈ کشمیر سنسکرت فیلوشپ، پٹیالہ ٹرانسلیٹر شپ، میکلوڈ کپور تھلہ فیلوشپ، میئو پٹیالہ فیلوشپ، جالندھر طبی فیلوشپ، الیگزنڈر فیلوشپ، الفرڈ بہاول پور عربی سکالرشپ اور یونیورسٹی ریسرچ اسکالر (فارسی، اردو) وغیرہ شامل ہیں۔ ضمیمہ د: میں امتحانی علوم مشرقی دور اول ودوم نصابات کے حوالے سے فہرست ہے۔ آخر میں حوالہ کتب ہے جس ان تذکروں اور رسائل کا ذکر ہے جو اس کتاب کی تیاری میں استعمال ہوئے۔ تحقیقی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو یہ کتاب اورینٹل کالج کی تاریخ پر ایک مستند دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے جس میں کالج کے قیام، ارتقا اور علمی خدمات کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ یہ کتاب ٹھوس علمی مواد پیش کرتی ہے اور نو آموز محققین کے ساتھ ساتھ تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے صاحبِ علم کے لیے یہ کتاب افادیت سے بھرپور ہے۔ یہ نہ صرف اورینٹل کالج کی تاریخ کو محفوظ کرتی ہے بلکہ برصغیر پاک وہند کی تعلیمی تاریخ کا اہم ماخذ بھی ہے۔ ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار نے اپنی محققانہ بصیرت سے اس ادارے کی گراں قدر خدمات کو قارئین کے سامنے بہت مدلل انداز میں پیش کیا ہے۔

صد سالہ تاریخ جامعہ پنجاب

ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار کی تالیف کردہ کتاب "صد سالہ تاریخ جامعہ پنجاب" پنجاب یونیورسٹی لاہور کی جانب سے ۱۹۸۲ء میں دوہزار (۲۰۰۰) کی تعداد میں شائع ہوئی۔ پانچ سو تیئیس (۵۲۳) صفحات پر مشتمل اس کتاب کو نو (۹) ابواب، حوالہ جات اور گیارہ (۱۱) ضمیمہ جات پر پھیلایا گیا ہے۔ اس کے مندرجات میں پیش لفظ وائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر خیرات محمد ابنِ رسا کا ہے۔ تمہید ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار نے تحریر کی ہے۔ اس کے بعد (پہلا باب) پنجاب میں یونیورسٹی کی تحریک (دوسرا باب) پنجاب

یونیورسٹی کالج (تیسرا باب) پنجاب یونیورسٹی کا قیام (چوتھا باب) جامعہ پنجاب کا ارتقا ۱۸۸۲ء تا ۱۹۰۴ء (پانچواں باب) جامعہ پنجاب کا ارتقا ۱۹۰۵ تا ۱۹۳۲ء (چھٹا باب) جامعہ پنجاب کا ارتقا ۱۹۳۳ء - ۱۹۵۲ء (ساتواں باب) جامعہ پنجاب کا ارتقا ۱۹۵۳ء۔ ۱۹۶۰ء، (آٹھواں باب) جامہ پنجاب کا ارتقا ۱۹۶۱ء تا ۱۹۷۲ء (نواں باب) جامعہ پنجاب کا ارتقا ۱۹۷۳ء تا ۱۹۸۲ء، کے بعد حوالہ جات اور ضمیمہ جات ہیں۔ ان ضمائم میں، ضمیمہ ۱: جامعہ پنجاب کے سرپرست۔ ضمیمہ ۲: جامعہ پنجاب کے ارباب اختیار۔ ضمیمہ ۳: جامعہ پنجاب کے پروفیسر۔ ضمیمہ ۴ : جامعہ پنجاب کے انتظامی افسران۔ ضمیمہ ۵ : جامعہ پنجاب کے نمائندے۔ ضمیمہ ۶: ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگریاں۔ ضمیمہ ۷: ڈاکٹریٹ کی استحقاقی ڈگریاں۔ ضمیمہ ۸: کامیاب امید واروں کی تعداد (۱۸۷۰ء ۱۸۸۲ء)۔ ضمیمہ ۹: امیدواروں کی تعداد (۱۸۸۳ء ۱۹۰۴ء)۔ ضمیمہ ۱۰: امیدواروں کی تعداد (۱۹۰۵ء۔ ۱۹۳۲ء)۔ ضمیمہ ۱۱: ملحقہ ڈگری کالجوں کی فہرست (۱۹۸۲ء) پر مشتمل ہے۔

کتاب کے پیش لفظ میں وائس چانسلر خیرات محمد ابن رسانے جامعہ پنجاب کے آغاز وارتقا کا مختصر تعارف دیا ہے۔ پاکستان کے علمی و تحقیقی تنقیدی و تدوینی امور میں پنجاب یونیورسٹی کی خدمات کو سراہنے کے علاوہ جامعہ کی صد سالہ تقریبات منانے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "چند سال قبل جب پنجاب یونیورسٹی کی صد سالہ تقریبات منانے کا مسئلہ سامنے آیا، تو قدرتی طور پہ جامعہ کی صد سالہ تاریخ مرتب کرنے کا سوال سب سے اہم اور مقدم تھا۔ اس سلسلے میں مختلف حلقوں کی طرف سے اس خواہش کا بھی اظہار ہوا کہ یہ تاریخ محض اعداد و شمار کا خشک پلندہ نہ ہو، بلکہ اس میں پڑھنے والوں کی دلچسپی کے نقطۂ نظر سے جامعہ کی ثقافتی روح بھی موجود ہونی چاہیے تاریخ کی تدوین کے لیے ایک کمیٹی مقرر کر دی گئی تھی اور مواد کی فراہمی کے سلسلے میں ایک ریسرچ فیلو کا تقرر بھی ہو گیا تھا مگر جون ۱۹۸۱ء تک کوئی عملی صورت سامنے نہیں آئی تھی جبکہ صد سالہ تقریبات کے انعقاد کو صرف ایک سال اور چند ماہ باقی رہ گئے تھے۔ اس نازک مرحلے پر اس کام کا بیڑا شعبہ اردو کے استاد ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار نے اٹھایا، اور اپنے ذوق و شوق اور محنت و جانفشانی سے وہ اپنے اس عزم میں کامیاب ہوئے چنانچہ صد سالہ تاریخ جامعہ پنجاب اب آپ سامنے ہے۔ میرے لیے سب سے بڑی اطمینان کی بات یہ ہے کہ انھوں نے صد سالہ تاریخ جامعہ پنجاب کو خشک اور بے جان اعداد و شمار تک محدود نہیں رہنے دیا بلکہ اس قومی ادارے کی رواں اور متحرک داستانِ

حیات کو اس طرح پیش کیا ہے کہ اس کے علمی و تعلیمی خط و خال میں اس خطے کی تہذیبی و ثقافتی روح بھی سمٹ آئی ہے۔میں نے اس داستان کو مسودے کی شکل میں مطالعہ کیا ہے اور از حد محظوظ و مسرور ہوا ہوں کہ پروفیسر ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار نے ایک سچے محقق، مورخ اور ادیب کی حیثیت سے داستانِ جامعہ کو حقیقت سے قریب رہتے ہوئے دلچسپ انداز میں پیش کیا ہے۔امید ہے کہ قارئین اس میں جامعہ کی ثقافتی زندگی کے مرقعے بھی موجود پائیں گے۔"(۱۵)

تمہید میں ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار نے اس خطے میں قدیم و جدید کے امتزاج کی حامل پنجاب یونیورسٹی کے آغاز و ارتقا کا مختصر ذکر کیا ہے۔پنجاب یونیورسٹی برطانوی اقتدار کے زیرِ سایہ پروان چڑھنے اور مختلف مراحل سے گزرنے کے بعد پاکستان میں اپنے جدید کردار کے ساتھ موجود ہے۔اس حوالے سے وہ لکھتے ہیں:

"جامعہ پنجاب نے سو سال تک اس خطے میں قدیم علوم کے تحفظ و فروغ کے ساتھ ساتھ جدید علوم کی شمع فروزاں کرکے عظیم الشان خدمت کی جو مثال قائم کی ہے وہ اب تاریخ کا ایک حصہ بن چکی ہے۔ عظیم روایات کے حامل اس علمی و تعلیمی ادارے کا اپنی زندگی کے سو سال پورے کرکے دوسری صدی میں قدم رکھنا قومی زندگی کا ایک اہم واقعہ ہے اس موقع پر صد سالہ تاریخ جامعہ پنجاب پیش کرکے جامعہ کے آغاز و ارتقا کی داستان موجودہ اور آنے والی نسلوں کے حوالے کی جارہی ہے تاکہ اس کی روشنی میں وہ اپنے مستقبل کی راہ متعین کرسکیں"(۱۶)

بلاشبہ اُن کی آنے والی نسلوں کے سپرد کی گئی پنجاب یونیورسٹی کی تاریخ آج بھی فوقیت اور اہمیت کی حامل ہے۔حقائق کی جمع آوری سے لے کر جانفشانی سے ترتیب دینے کا سارا عمل فردِ واحد کی مسافت کی عمدہ مثال ہے۔ذیل میں صد سالہ تاریخ جامعہ پنجاب کے ابواب کا ترتیب کے ساتھ اجمالی جائزہ پیش کیا جارہا ہے:

پہلا باب بعنوان:"پنجاب میں یونیورسٹی کی تحریک" میں انھوں نے پنجاب یونیورسٹی کے قیام (۱۸۸۲ء) کے تاریخی پس منظر اور مقاصد کا مفصل تذکرہ پیش کیا ہے۔ ابتدائی چیلنجز، تعلیمی ڈھانچے کی تشکیل اور برطانوی دور میں اس یونیورسٹی کا کردار، محرکات اور قیام کے عوامل کو جُزئیات کے ساتھ بیان کیا ہے۔اس باب کا جائزہ لیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ انھوں نے برِصغیر میں برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی کے سیاسی

اقتدار ، تجارتی مراکز اور یہاں نئے تعلیمی نظام کے آغاز وارتقا کو جامعیت کے ساتھ پیش کیا ہے۔ جن علاقوں کو ایسٹ انڈیا کمپنی نے جلد فتح کیا وہاں سلسلہ تعلیم بھی جلد عام کیا۔ کلکتہ کالج، فورٹ ولیم کالج اور ہنگلی کالج وغیرہ کے قیام کے بعد پنجاب یونیورسٹی کے قیام کی تحریک شروع ہوئی۔ مدراس اور بمبئی میں ۱۸۵۷ء میں جامعات قائم کی گئی جبکہ پنجاب میں پہلے سکولوں کی طرف توجہ دی گئی۔ یوں ۱۸۵۳ء میں ایک اناٹومیکل اسکول قائم ہوا اور ساتھ ہی اعلیٰ تعلیمی اوروں کے قیام کی کمی کو محسوس کرتے ہوئے دفتری امور جاری رہے اور ۱۸۶۳ء میں گورنمنٹ کالج کا اجرا ہوا۔ ڈاکٹر جی۔ ڈبلیو لائٹنر گورنمنٹ کالج کے پہلے پرنسپل مقرر ہوئے۔ انھوں نے انجمن پنجاب کی بنیاد رکھی جس کے اغراض و مقاصد میں قدیم مشرقی علوم کے احیا اور علمی وادبی، معاشرتی سیاسی مسائل پر بحث وغیرہ شامل تھی۔ بعد ازاں ڈاکٹر لائٹنز نے لاہور یونیورسٹی کالج کا منصوبہ پیش کیا ان کا خیال تھا کہ اس کالج کے قیام سے اس خطے میں علم وفن کے ایک نئے دور کا آغاز ہوگا۔ یوں ڈاکٹر لائٹنر کی کوششوں سے ۸/ دسمبر ۱۸۶۹ء کو انجمنِ پنجاب کی یونیورسٹی کی تحریک کامیاب ہوئی۔

دوسرا باب بعنوان: "پنجاب یونیورسٹی کالج" میں انھوں نے ڈاکٹر لائٹنر (صدر انجمنِ پنجاب، لاہور) کی کوششوں، گورنر کی تائید، امرا کے تعاون اور چندے سے یونیورسٹی کو مکمل اختیارات کا تذکرہ بیان کیا ہے۔ اس باب میں ۱۸۸۲ء تک یونیورسٹی کالج کی حیثیت سے جو کام کرتی رہی اس کا ذکر اور پھر باقاعدہ یونیورسٹی کے قیام اور اسکے تعلیمی وعلمی ادارے کی حیثیت سے فرائض، امتحانی تدریس تصنیفی کا ذکر ہے۔ اجلاس اور فیکلٹیاں اور ان کے ارکان کے ذکر کے ساتھ ساتھ مشرقی زبانوں کے امتحانوں کی ابتدا کا ذکر ہے۔ اس کے بعد امتحانات کا شیڈول اور پاس ہونے والے طلبہ کی تعداد پیش کی ہے۔ یونیورسٹی کے مختلف شعبہ جات مثلا: لا سکول، تاریخ، جغرافیہ، لیسانیات و ادبیات، قانون، طب، معاشیات وغیرہ کے قیام اور ارتقا کی تفصیل کو پیش کیا گیا ہے۔

تیسرا باب بعنوان: "پنجاب یونیورسٹی کا قیام" یونیورسٹی کے ارتقا کی روداد کا احاطہ کرتا ہے۔ یونیورسٹی کالج کے اختیارات کو وسعت دینے کے لیے ڈاکٹر لائٹنر کی جدوجہد اور حکومتِ ہند سے تعاون کی کوششوں کو اس باب میں تفصیل کے ساتھ درج کیا ہے۔ غرض کالج کو باقاعدہ یونیورسٹی کے درجے تک پہنچانے کے لیے سرکاری سطح پر جو انتظامات بروئے کار لائے گئے، اُنھیں بیان کیا گیا ہے۔ ۱۴/ اکتوبر ۱۸۸۲ء

کو یونیورسٹی باقاعدہ طور پر معرضِ وجود میں آ گئی۔ یونیورسٹی کے انتظامی ڈھانچے کے حوالے ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار لکھتے ہیں:

> "پنجاب یونیورسٹی ایکٹ X1X ۱۸۸۲ء کے مطابق یونیورسٹی کے سرپرست (Patron) گورنر جنرل، وائسرائے ہند لارڈ رپن بنائے گئے اور پنجاب کے لیفٹیننٹ گورنر سرسی۔ یو ایچی سن چانسلر مقرر ہوئے (ایکٹ میں یہ نامزدگیاں قطعی فیصلے تک عارضی ظاہر کی گئیں) وائس چانسلر کا تقرر فیلوز میں سے دو سال کی مدت کے لیے (جس میں توسیع کی گنجائش رکھی گئی) صوبے کے گورنر یعنی چانسلر کریں گے۔ اور ایکٹ میں پنجاب یونیورسٹی کے پہلے وائس چانسلر مسٹر جیمز براڈ وڈ لائل (فنانشل کمشنر) مقرر کیے گئے۔ رجسٹرار کا تقرر بھی دو سال کے لیے ہو گا اور اس کے تقرر کا اختیار سینیٹ کو دیا گیا۔ تاہم ایکٹ میں یونیورسٹی کا پہلا رجسٹرار ڈاکٹر جی۔ ڈبلیو لائٹر کو مقرر کیا گیا۔ یونیورسٹی کے انتظام و انصرام میں رجسٹرار کی حیثیت چیف ایگزیکٹو آفیسر کی تھی۔ اور سینیٹ کو یونیوسٹی کے جملہ مسائل و معاملات اور جائیداد کے انتظام و انصرم کے مکمل اختیارات دیئے گئے تھے۔۔۔۔ وقتی طور پر پنجاب یونیورسٹی کالج کے رولز اور ریگولیشنز کو اختیار کر لیا گیا۔ یونیورسٹی کے حسابات کا جائزہ (آڈٹ) صوبائی حکومت کے اختیار میں دیا گیا۔ رولز اور ریگولیشنز کی منظوری اور حسابات کے جائزے، ان دو امور کے سوا سینیٹ پنجاب یونیورسٹی کو باقی تمام امور میں آزادی حاصل تھی۔ حکومت صرف اسی صورت میں مداخلت کر سکتی تھی جب سینیٹ ناکارہ اور نااہل ثابت ہو جائے۔ اس طرح پنجاب یونیورسٹی کو اس کے قیام کے ساتھ ہی داخلی خود مختاری حاصل ہو گئی۔"(۱۷)

چوتھا باب: "جامعۂ پنجاب کا ارتقا ۱۸۸۲ء تا ۱۹۰۴ء" کے عنوان سے ترتیب دیا گیا ہے۔ اس باب میں یونیورسٹی کے انتظامی و مالیاتی مسائل، تبدیلیاں۔ فنڈنگ کے ذرائع، گرانٹس اور حکومتی امداد کی تفصیلات کو بیان کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر لائٹنر کی رخصت، اورینٹل کالج کی اصلاح و ترمیم، سالانہ کانووکیشن، سنڈیکیٹ کے اجلاس، غرض اس باب میں ۱۸۸۲ء سے لے کر ۱۹۰۴ء تک کی یونیورسٹی سے منسلک کالجوں کی تعلیمی کارکردگی کا احاطہ کیا گیا ہے۔

پانچواں باب: بعنوان "جامعۂ پنجاب کا ارتقا ۱۹۰۵ء تا ۱۹۳۲ء" میں یونیورسٹی ایکٹ کی تفصیلات کو بیان کیا ہے۔ اس ایکٹ کے ذریعے سنڈیکیٹ کے اختیارات کا احوال، مختلف مراحل سے گزرتے ہوئے

یونیورسٹی کی تعمیرِ نو کا جائزہ، اس دور کے انتظامی مسائل کا احاطہ کیا گیا ہے۔ پچاس برسوں تک یونیورسٹی نے جو بھی پیش قدمیاں کی ہیں انھیں تفصیل کے ساتھ اس باب میں زیرِ بحث لایا گیا ہے۔

چھٹا باب: "جامعۂ پنجاب کا ارتقا ۱۹۳۳ء تا ۱۹۵۲ء" کے عنوان سے تحریر کیا گیا ہے۔ اس باب میں سابقہ ابواب کی طرح یونیورسٹی کے تدریسی اور انتظامی امور کی توسیع و ترقی اور اکیڈمک کونسل کے اختیارات کو بیان کیا گیا ہے۔ یونیورسٹی کے قیام کی نصف صدی پوری ہونے پر گولڈن جوبلی تقریبات کے انعقاد کی تفصیلات، یونیورسٹی کے مالی اور انتظامی مسائل، اساتذہ کا تقرر، تدریسی شعبوں کی توسیع، نئے قائم ہونے والے شعبوں کیمسٹری، سیاسیات، ریاضی، اقتصادیات، کامرس، جغرافیہ اور شماریات وغیرہ کا مختصر تعارف اور پہلے سے قائم شعبوں کی کارکردگی کا جائزہ، اس کے علاوہ یونیورسٹی سے منسلک کالجوں کا تذکرہ بھی پیش کیا ہے۔ اورینٹل کالج کی تحقیقی و تصنیفی سرگرمیاں، غرض تدریسی شعبوں کی توسیع اور تنظیمی دفاتر کے لیے تعمیرات کے مسائل، تعمیراتی ترقی (کیمپس، لائبریری، ہاسٹلز وغیرہ کا قیام) کے مسائل زیرِ بحث لائے گئے ہیں۔ اس دور کی اولین تعمیر "وولنر ہال" ہے جس کا سنگِ بنیاد گلڈن جوبلی کی تقریبات کے موقع پر رکھا گیا۔ مزید اس باب میں یونیورسٹی کا مالیاتی جائزہ، تحریکِ آزادی میں یونیورسٹی کا کردار، طلبا اور اساتذہ کی سیاسی سرگرمیاں (مثلاً تحریکِ پاکستان میں حصہ داری وغیرہ)، برطانوی پالیسیوں کے خلاف ردِ عمل، آزادی کے بعد بحالیات کا مرحلہ، شعبہ جات کے انتظامی امور، اُن کی توسیع و بحالی جیسے مسائل کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اس باب میں ان انچاس (۴۹) کالجوں کے نام معہ تفصیل درج ہیں جو قیامِ پاکستان کے بعد پنجاب یونیورسٹی سے منسلک ہو گئے تھے۔

ساتواں باب بعنوان: "جامعۂ پنجاب کا ارتقا ۱۹۵۳ء تا ۱۹۶۰ء" ہے۔ اس باب میں یونیورسٹی کی سات برسوں کی کارکردگی کا بھی حسبِ سابق تاریخی ترتیب سے جائزہ لیا گیا ہے۔ آزادی کے بعد کے دور میں تعلیمی پالیسیوں کا اثرات، علاوہ ازیں یونیورسٹی کی توسیع و ترقی کے سلسلے میں مختلف کمیشنوں اور کمیٹیوں کے قیام کے امور و مسائل، رشید کمیشن اور اینڈرسن کمیٹی کی تجاویز کا جائزہ لیا گیا ہے۔ رشید کمیشن، اینڈرسن کمیٹی اور تنظیمی ڈھانچے کی روداد کو مفصل بیان کیا گیا ہے۔ رشید کمیشن نے جو نئے یونیورسٹی کیمپس کی تجویز پیش کی، اس کا مفصل جائزہ، ۱۹۵۷ء میں یونیورسٹی کے نئے کیمپس کی تعمیر، زمین کا مرحلہ وار حصول اور اس حوالے سے پیش آنے والے انتظامی مسائل کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ پلاننگ کمیٹی کا نام "دی نیو کیمپس کمیٹی" تجویز کیا گیا اور اس کے پلیٹ فارم سے جس انداز میں تعمیری اخراجات کے مسائل اور حصول ممکن ہوا، اس

کی وضاحت کی گئی ہے۔ جدید تحقیقی منصوبے، بین الاقوامی تعاون، موجودہ مسائل (فنڈز، داخلوں کی پالیسیاں، تعلیمی معیار) وغیرہ۔اس کے علاوہ نئے قائم ہونے والے شعبہ جات، ہیومن اٹانومی، ایجوکیشن، کامرس، سوشل ورکس، فائن آرٹس، جیالوجی، سوشیالوجی، ادارہ تعلیم و تحقیق اور اردو دائرۂ معارف اسلام کا تفصیلاً ذکر کیا گیا ہے۔بعدازاں پُرانے شعبوں کی ترقی کا ارتقائی جائزہ بھی پیش کیا گیا ہے۔اس باب کے حوالے سے ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار لکھتے ہیں:

> "ہم دیکھتے ہیں کہ ۱۹۵۳ء سے ۱۹۶۰ء تک یہ آٹھ سالہ دور جو پنجاب یونیورسٹی میں بنیادی تبدیلیوں کے لحاظ سے بڑے دوررس نتائج کا حامل تھا، آئینی لحاظ سے بڑے نشیب و فراز سے گزرا۔"(۱۸)

آٹھواں باب: "جامعۂ پنجاب کا ارتقا ۱۹۶۱ء تا ۱۹۷۲ء" کے عنوان سے ہے۔سابقہ باب میں دو تعلیمی کمیشنوں رشید کمیشن، اینڈریسن کمیٹی کی کارکردگی کا جائزہ پیش کیا گیا تھا۔اس باب میں نئے تعلیمی کمیشن جو ایس ایم شریف کی سربراہی میں قومی تعلیمی کمیشن قائم کیا گیا، اس کا احوال درج ہے۔اگرچہ شریف کمیشن مشرق و مغربی پاکستان کے لیے تھا لیکن اس کے اثرات زیادہ تر یونیورسٹی پر نظر آتے ہیں۔ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ اس کمیشن نے یونیورسٹی کو تدریس و تحقیق کا مرکز اور اسے بنیادی طور پر طلبہ اساتذہ اور محققین کی کارپوریشن قرار دیتے ہوئے اس کی کارپوریٹ لائف میں علم و تحقیق کے حصول کے لیے اساتذہ و طلبہ میں قریبی اور مسلسل رابطے کو ازبس ضروری قرار دیا۔اس نقطۂ نظر سے وسیع ترالحاقی یونیورسٹی کو بھی مضر قرار دیا گیا اور یونیورسٹی کے ساتھ ملحقہ کالجوں کی تعداد کو کم کرنے پر زور دیا گیا۔رشید کمیشن کی طرح شریف کمیشن نے بھی یونیورسٹیوں کے لیے نئے مراکز کو ترقی دینے کا مشورہ دیا ---قومی تعلیمی کمیشن نے یونیورسٹیوں کے دساتیر میں بڑی اہم تجاویز کی سفارش کی تاکہ انتظامیات میں سہولت اور اکیڈمک فرائض میں استحکام اور مضبوطی پیدا ہو۔(۱۹)اس کمیشن کی سفارشات پر فوری عمل ہوا۔اس دور کا مجموعی جائزہ لیتے ہوئے ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار لکھتے ہیں:

> "زیرِ بحث دور (۱۹۶۱ - ۱۹۷۲ء) میں یونیورسٹی انتظامی لحاظ سے کئی نشیب و فراز میں سے گزری، تاہم تدریسی اور تحقیقی اعتبار سے اس کی توسیع و ترقی کا سفر مسلسل جاری رہا۔پرانے تدریسی و تحقیقی شعبوں کو استحکام نصیب ہوا، نئے تدریسی و تحقیقی شعبے قائم کیے گئے۔ گذشتہ دور کے اختتام پر نیو کیمپس کی تعمیر کا آغاز ہوا تھا، اس دور میں یہ عمل بھی رواں دواں رہا۔"(۲۰)

اس دور میں بھی سابقہ ادوار کی طرح یونیورسٹی کے تدریسی اور انتظامی امور کی توسیع و ترقی کی مفصل رپورٹ کو بیان کیا گیا ہے۔ مختلف شعبوں کی تدریسی صورتِ حال کا جائزہ، پُرانے شعبہ جات کی توسیع اور نئے شعبوں کا قیام مثلاً پبلک ایڈمنسٹریشن، انگریزی زبان وادب کا شعبہ، اطلاقی نفسیات، فلسفہ، شعبۂ پنجابی، لائبریری سائنس وغیرہ کی مکمل تفصیلات پیش کی گئی ہیں۔ غرض اس دور کے مطالعے سے دیکھا جاسکتا ہے کہ پنجاب یونیورسٹی ایک مکمل تدریسی و تحقیقی یونیورسٹی کے نصب العین کی طرف بہت تیزی کے ساتھ بڑھ رہی تھی۔ علاوہ ازیں اس دور میں یونیورسٹی نیو کیمپس کے رقبے و تعمیر کی مکمل تفصیلات کو زیادہ زیرِ بحث لایا گیا ہے۔

نواں باب بعنوان: "جامعۂ پنجاب کا ارتقا ۱۹۷۳ء تا ۱۹۸۲ء" میں نئے ایکٹ کے تناظر میں یونیورسٹی کی تنظیم و تشکیلِ نو کے سلسلے کو جاری رکھے جانے کی تفصیلات ہیں۔ اس باب میں بھی گذشتہ ابواب کی طرح یونیورسٹی کی سالانہ رپوٹوں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اعلیٰ تعلیم و تحقیق، تقرری، مالیات، الحاق، نظم وضبط کے بورڈ اور کمیٹیوں کی کارکردگی کو موضوعِ بحث بنایا ہے۔ اس دور میں ایک نیا تجربہ یعنی مختلف شعبوں میں سمیسٹر سسٹم کو متعارف کروانے روداد کو پیش کیا گیا ہے۔ سابقہ ادوار کے جائزے کی طرح جامعہ پنجاب کے تدریسی و تحقیقی شعبوں کی کارکردگی کا جائزہ لیتے ہوئے نئے قائم ہونے والے شعبوں بزنس ایڈمنسٹریشن، سالیڈ سٹیٹ فزکس، ساؤتھ ایشین سٹڈی اور اقبالیات کا مفصل بیان ہے۔ غرض پہلے سے قائم شعبوں کے ارتقا اور کارکردگی پر بھی تفصیل پیش کی ہے۔ اس کے علاوہ اس دور کے انتظامی امور کو بھی سابقہ ادوار کی طرح مفصل بیان کیا ہے۔

اس دور کی روداد میں خاص طور سے تدریسی شعبہ جات کے تحقیقی کاموں مثلاً تاریخ ادبیاتِ مسلمانانِ پاکستان وہند، یونیورسٹی ریسرچ جرنل سہ ماہی غالب صدی پر محیط تحقیقی کام کے ساتھ ساتھ تحقیقی اداروں کی روداد بھی تحریر کی گئی ہے جن میں سوشل اکنامکس ریسرچ سنٹر، ہسٹاریکل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ اور تالیف وترجمہ وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔ اقبالیات کا شعبہ بھی ۱۹۷۷ء میں قائم ہوا۔ اس دور کے آخر ۱۹۸۱ء میں سمیسٹر سسٹم ختم کر دیا گیا، اس کی وجوہات کو بھی تحریر کیا ہے۔ اس کے علاوہ جامعہ پنجاب کے کتب خانے کا مفصل جائزہ پیش کیا ہے۔ کتب خانے کے حوالے سے وہ لکھتے ہیں:

> ”جامعہ پنجاب کی مرکزی لائبریری اس وقت پاکستان کی سب سے بڑی لائبریری ہے جس میں اس وقت (۱۹۸۲ء) دولاکھ چورانوے ہزار چھ سو دو کتب موجود ہیں۔" (۲۱)

درج بالا نو (۹) ابواب کے خاتمے پر حرفِ آخر تحریر ہے جس میں انھوں نے چند مسائل کا احاطہ کرتے ہوئے یونیورسٹی کی تعمیر و ترقی، عروج، مشکلات سے نبرد آزما ہونے کے ساتھ ساتھ اُردو کو ترویج اور ذریعہ تعلیم نہ بنانے پر اظہارِ افسوس کیا ہے اور انگریزی کو غلامانہ ذہن کی بدترین یادگار قرار دیا ہے۔ غرض حرفِ آخر میں انھوں نے جامعہ پنجاب کے اجتماعی و ابتدائی نصب العین پر توجہ دلائی ہے کہ بلا تعصب فضا، اجتماعی قوت یونیورسٹی کے استحکام کے لیے نہایت ضروری ہے۔ اس حوالے سے وہ لکھتے ہیں:

> "جامعہ کی حیاتِ اجتماعی (کارپوریٹ لائف) اُس وقت تک اپنے حقیقی مفہوم کو نہیں پا سکتی جب تک اس کے مختلف اعضاء (اساتذہ محققین، طلبہ و منتظمین) کے درمیان باہمی ہمدردی، رواداری اور معقولیت کی فضا پیدا نہیں ہو گی۔ گذشتہ چند برس کے دوران اس تصور کو خاصا نقصان پہنچا ہے، مگر توقع کی جاسکتی ہے کہ حالات کی تبدیلی کے ساتھ جامعہ کا اجتماعی ماحول بھی خوشگوار ہو جائے گا۔"(۲۲)

درج بالا سطور کا عمیق نظری سے جائزہ لیا جائے تو آج تقریباً ڈیڑھ سو سال بعد بھی یونیورسٹی کے حوالے سے یہی رائے دی جاسکتی ہے۔ تمام ابواب کے اختتام پر ابواب کے مطابق حوالہ جات دیئے گئے ہیں۔ بعد ازاں آخر میں ضمیمہ جات ہیں۔ ان ضمائم کا اوپر اجمالی تعارف پیش کیا جاچکا ہے۔

الغرض ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار کی تصنیف "صد سالہ تاریخ جامعہ پنجاب" پنجاب یونیورسٹی کے سو سالہ ارتقائی سفر کا عمدگی سے احاطہ کرتی ہے۔ تمام ابواب میں واقعات کی تفصیل کو بہت باریک بینی اور دقت نظری سے منظرِ عام پر لایا گیا ہے اور جامعیت کے ساتھ ہر سال کی زیادہ سے زیادہ معلومات کو پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب پنجاب یونیورسٹی کی تاریخی دستاویزات، تصاویر اور تفصیلی حوالہ جات سے مزین ہے۔

بلاشبہ انھوں نے اس تصنیف میں جامعہ پنجاب کی تعلیمی، ثقافتی، انتظامی اور سماجی تاریخ کو جس سنجیدگی اور جامعیت کے ساتھ تحریر کیا ہے اس کی مثال اردو زبان و ادب کی تاریخی حوالے سے لکھی گئی کتب میں خال خال نظر آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ تصنیف پنجاب یونیورسٹی کی تاریخ میں دلچسپی رکھنے والوں کے لیے ایک بنیادی ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) غلام حسین ذوالفقار، جگر لخت لخت، (لاہور: مکتبہ خیابانِ ادب، ۲۰۰۵ء)، ۶۴۔

(۲) ایضاً، ۱۱۰۔

(۳) ایضاً، ۱۴۹۔

(۴) ایضاً، ۲۷۸۔

(۵) ایضاً، ۲۷۹۔

(۶) ایضاً، ۳۰۴۔

(۷) اقبال، بیادِ پروفیسر ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار، " ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار- یادیں ملاقاتیں"، ڈاکٹر مظہر معین، اکتوبر ۲۰۰۷ء۔ جنوری ۲۰۰۸ء، جلد ۵۴/ ۵۵ شمارہ ۴/ ا ص ۵۱، ۵۲

(۸) غلام حسین ذوالفقار، تاریخ یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور، (لاہور: جدید اردو ٹائپ پریس، ۱۹۶۲ء)، ہ۔

(۹) ایضاً، ۲۳، ۲۲۔

(۱۰) ایضاً، ۴۰۔

(۱۱) ایضاً، ۴۴۔

(۱۲) ایضاً، ۴۱۔

(۱۳) ایضاً، ۸۰۔

(۱۴) ایضاً، ۱۱۵۔

(۱۵) غلام حسین ذوالفقار، صد سالہ تاریخ جامعہ پنجاب، (لاہور، جامعہ پنجاب، ۱۹۸۲ء)، پیش لفظ

(۱۶) ایضاً، تمہید۔

(۱۷) ایضاً، ۷۶۔

(۱۸) ایضاً، ۲۶۶، ۲۶۷۔

(۱۹) ایضاً، ۳۱۱۔

(۲۰) ایضاً، ۳۱۵، ۳۱۶۔

(۲۱) ایضاً، ۴۷۱۔

(۲۲) ایضاً، ۴۹۲۔

❖❖❖